لطیفہ۱۶

مشائخ کرام کے کلمات شطحیات کے معانی اوراس جیسے کلام کی تشریح

(در بیان معنی کلمات مشائخ از شطحیات وامثال آن)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا:۔

اَلشَّطْحُ هُوَاِفَاضَةُ مَآءِ الْحِرْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اِسْتِعْدَادِ الْعَارِفِيْنَ حِيْنَ الاُمْتِيَانِ.

شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرف استعداد کے پُر ہوجانے پراس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقۂ جاریہ اور قانون مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلمات شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیئے اور نہ اُن کو رد کرنا چاہیئے کہ یہ مقام وصول کا مشرب ہے۔ عقل وخرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔

بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے ''شطحیات،، کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی (محل) میں استعمال کئے گئے ہیں اُن کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اوراس طرح کہ وہ ادراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ اُن کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چوجام ازبادہ عرفان پُر آید — بریزد جرعۂ اوبرزمین ہم
بدان یک جرعہ خوردن ازحریفان — ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ:۔ جب جام بادۂ عرفان سے پُر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گر جاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیئے جو نازنین بھی ہو۔ ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر ارباب وجدان، صاحبان صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات ارباب سُکر ہیں۔ کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات دور ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بار دگر سخن شطح اور کلام سکر آ گیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ **ابیات**

چون من سرخوش شوم ازبادۂ جام — روان پختہ بوداز مشرب خام
دران مستی اگر ازمن زندسر — سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

http://Ashrafi.org

ترجمہ: اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھ کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہو جاتی ہے۔ اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو اے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظر انداز کر دے

چنانچہ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:۔

بے شک اسُکر اور غلبۂ حال میں ابو یزید بُسطامی کی زبان میں یہ الفاظ نکلے "**سبحانی مااعظم شانی**،، میں پاک ہوں میری شان کسقدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افاقہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک چھُری دے دی اور اُن پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو اُن کے اصحاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھر اُن سے بھرا ہوا ہے (سارے گھر میں ابو یزید موجود ہیں) مریدوں نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابو یزید نمودار ہو گئے۔ اُن کے اصحاب نے اُس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابو یزید تو یہ ہے اور وہ ابو یزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا۔،،

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو وسُکر کے بارے میں اصحاب طیفورا اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب سُکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ سُکر ایک نعمت الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ ازمحبوب باشد — یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق ازمعشوق می دان — نہ زیبد چون بدمنسوب باشد

ترجمہ ابیات:۔ ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔ عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔

پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سُکر سے اعلیٰ اور برتر

http://Ashrafi.org

ہے اس لئے کہ سُکر میں ترقی مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہوجاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصول مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ صحو میں حصول مراتب بہرطور ممکن الحصول ہیں پس مرتبہ اوّل کو مرتبہ آخر سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

بیت

چہ نسبت درمیان این وآن است
کہ فرقش اززمین تاآسمان است

ترجمہ:۔ سُکر صحو کے برابر نہیں ہوسکتا۔ دونوں مراتب میں زمین وآسمان کا فرق ہے

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سُکر صحو سے برتر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ صاحب صحو ذات الٰہی سے مرابط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحب سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سُکر شواہد حال پر قائم رہتا ہے اور حال صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسر ہوسکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہد حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقت صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر ہر دو بحق ہیں۔

''عوارف المعارف،، میں بیان کیا گیا ہے کہ ''سکر،، اربابِ قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب ونادر آثار پنہاں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سُکر دو طرح کا ہے۔ ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں رویت منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔ یہ مقتدیٰ حضرات کو میسر ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شراب مودت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اظہار مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوّل میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس یہ صحو اُس سُکر پر کس طرح فضیلت پاسکتا ہے لیکن جب سلطان حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر وصحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق وشرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس وقت

http://Ashrafi.org

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔

ذوق وشرب اسی صحو وسُکر کے ثمرات سے مراد ہیں۔جس کے نتیجے میں آثارِ کشف وتجلی وارادات حاصل ہوتے ہیں۔صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ذوق: رنج وراحت اور لذت ہے۔ شراب حلاوت ولذت طاعت وعبادت کو کہتے ہیں۔شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے ہیں جسکی محبت مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حق کیلئے ہوتا ہے۔جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفاء مشرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کا سابعد کاسٍ میں نے پئے شراب محبت کے اتنے جام
فما فقد الشراب ومارویت خالی پڑے ہیں جم مگر اس پہ ہوں تشنہ کام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب صحو تخت تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر شراب تلوین سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ ہر چند کہ یہ اصحاب شراب معارف سے چھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کا ظاہر کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققان روزگار اور واصلان حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلوین کا حال اسکے برعکس ہے۔ان کا ظرف استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام پُر ہوجائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

قطعہ

ندیمانی کہ دربزم شراب آند دوگونہ می ازذوق مستی
یکی ازجام عرفان سرخوش آید دگر خواہد بمستی چیرہ دستی

ترجمہ:۔ بزم مے کشی میں جو مے نوش مے نوشی کررہے ہیں اُن کی ذوقِ مستی کے اعتبار سے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش ہیں جو شراب پی کر مست ہوجاتے ہیں لیکن بدہوش وبدمست نہیں ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہوکر چیرہ دستی اور بے خودی میں گرجاتے ہیں مستی کا اُن پر اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلوین ارباب طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحابِ حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسندِ وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان ارباب وصال کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ بالکلیہ اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک ملکہ کی طرح بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی تم ان کو نوباتوں میں پاسکتے ہو۔

http://Ashrafi.org

ان میں سے تین چیزیں حال (حالت) سے تعلق رکھتی ہیں۔
۱۔ بیماری۔۲۔غریبی۔۳۔درویشی
اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں:
۱۔ظن (گمان) ۲۔تہی ۳۔ہمّت
اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے:
۱۔خشم (غصّہ) ۲۔بیم (امید) ۳۔حاجت (ضرورت)
منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالمِ تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور وزیری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔
بعض عارفوں نے فرمایا ہے:
''التمکین رفع التلوین،، یعنی تلوین کا دور ہوجانا تمکین ہے۔

حقیقت میں محققین کا محل کمال میں اقامت گزیں ہوجانا اور وصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔تلوین تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حال تلوین میں تھے کہ کوہِ طور پر تجلیٔ الٰہی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور حبیب خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے کہ مکہ سے مقامِ قاب قوسین تک سے جمیع متازل آپؐ نے طے فرمائے اور تجلی الٰہیٰ سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے۔

مثنوی

یکی ازدست رفت ازجرعۂ جام　　　دگرخمہا کشید ازصبح تاشام
بود آن سرکوہ وبیشہ دادہ　　　بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ:۔ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بےخود ہوجاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کردیتا ہے۔ایک تو ایک جرعہ پی کر مست و بےخود ہوجانے والا مستی میں کوہ وصحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔

تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحبِ تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اس حال تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔

بیت

تا بہ منزل دررسی باید کہ جائ نیستی
گر بموئ بازمانی مردآن رہ نیستی

ترجمہ:۔جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

http://Ashrafi.org

پیچھے رہ گیا تو پھر مرد راہ نہیں ہے۔

تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحبِ فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اصحاب تلوین اصحاب تمکین سے افضل ہیں جیسا کہ لطیفۂ اصطلاح میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطحیات کا صدور صاحب سُکر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحاب صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزم سُکر و مستی میں شراب معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے ارباب تجرد ہیں جنہوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (از دواجہ زندگی سے الگ تھلگ ہیں)

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور حلاج کا ذکر چھیڑا اور اُن کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ ''اُن کو لوگوں نے مار ڈالا۔،، اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو اُن کے درد کا مدوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ اُن کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا ''میں اُنکو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیتا۔،، آپ کا یہ جواب سنکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالا کہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے) جس میں خلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حال جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حظ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے کہ جمال مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں مستغرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں پھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کا طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی (ازدواج) سے ان کے عشق حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبت پختہ رابا خام باشد

کہ این مبداء وآن انجام باشد

ترجمہ:۔ خام کو پختہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ یہ تو مبداء ہے اور وہ انجام ہے۔

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی صاحبِ عیال صوفی سے شطحیات واقع نہیں ہوئے ہیں یہ ستّر حضرات جن سے شطحیات

http://Ashrafi.org

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحب عیال ہولیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحب عیال بھی ایسے ہوئے ہیں جو شورش و ہیجان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے میں نے ایسے ستر ولیوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم وخیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ''اب تم میری بات گوش وہوش سے سنو اور دل وجان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفہؒ نے جو لفظ ''وہم وخیال،، استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم وخیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ ''**کل متکلم یتکلم باصطلاحھم**،،(یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلمات مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ ''**الوھم سلطان الا عظم فی ھذا الطریق**،، (اس راہ تصوف میں وہم سلطان اعظم کا مرتبہ رکھتا ہے) پس سیّد الطائفہ قدف سرہٗ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ اُن کی حالت تلوین سے ہے خود اُن کے حال کے برعکس کہ سید الطائفہ حالت تمکین پر متمکّن تھے یا یہ کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو (اللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح:۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا:۔

''سُبْحَانِیْ مَااَعْظَمُ شَانِیْ،، (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

[1] ''اس بات کو حضرات صوفیہ سے جو اہل تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اُن پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا۔ ابو یزید کے قصد کے بغیر۔ بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرما دیا، لہٰذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے ''**فَمَا ھٰذَا التَّعَبُ**،، اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابو یزید نے کہا کہ ''الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کسقدر بزرگ ہے۔،، تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنّار توڑتا ہوں، اسی لئے اب میں کہتا ہوں **اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو یزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے ''سُبْحَانِیْ،، اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جسطرح کوئی شخص سورہ طٰہٰ میں **اِنِّیْ اَنَارَبُّکَ** [2] کہہ دیتا ہے۔،،

اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ ''ابو یزید کے قول ''**سبحانی ما اعظم شانی**،، اور

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے [2] سورہ طٰہٰ ۱۲

http://Ashrafi.org

منصور حلاّج کے قول ''انا الحق،، یہ دونوں اقوا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں ''من رانی فقدرای الحق،، یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''من یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ،، یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ سُبحان،، اور حق جو انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد و محبت کیلئے۔

ان اوراق (لطائف اشرفی) کا جامع کہتا ہے کہ ''سُبحان، اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا ''سبحانی،، کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے آمر کو بزرگ کیا معنی اس کو عظیم بنایا۔

یہ معنی معرفت میں علّو درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اور میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداق صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللّٰہَ وَاَنَا الْخَالِقُ کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں،

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول: یَکُوْنُ االنَّاسُ تَحْتَ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا وَقَوْلُہٗ لِوَآئِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ. (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے)

اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ ''یہ ابو یزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہوں گے۔،، یہ قول ابو یزید کے لئے تھا (اُن سے کہا گیا تھا) اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سکر کی قوت شدید تھی ے پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو ''مُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تحتَ لِوَآئِنَا،، اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کر دیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔

بعض اُن فقراء نے جو اہل خواہش و نفس و ہوا ہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔

جامع کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لوا دو قسم کا ہے وہ لوا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لواء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بارالٰہا مجھے ''زمرۃ المساکین میں اٹھانا.،، آپ کا یہ فرمانا بر سبیل تواضع ہے۔

http://Ashrafi.org

پس ابُو بزید نے لوائنا ولوِائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (ارادیہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطور خاص اپنی ذات کی طرف فقر وخداشناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادنیٰ ملابست کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (خذ طرفک) باوجود یکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شطح:۔شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول

''انا اقل من ربی بسنتین،، (میں اپنے رب سے دوسال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کررہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانۂ سابق سے طلب کررہا تھا۔

شیخ ابویزید نے یہ بھی کہا ہے

''متذثلثین سنة کنت طالباً لِلّٰہ تعالیٰ فلما تفکرت فی ذالک کان الطالب ھوو کنت انا المطلوب،،.

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کررہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے:۔

''اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاک دنیا کو پیدا نہ کرتا۔،،

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنادیا گیا ہے (یہ تھا ابویزید قدس اللہ سرہٗ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اسکا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ ''میں اپنے پروردگار سے دوسال چھوٹا ہوں،، اس سے وہی معنے نکلتے ہیں (جو ابویزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دوسال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقراء نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذاتِ الٰہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہِ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہوجائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

http://Ashrafi.org

شطح:۔شیخ ابوالحسین بن منصور حلاّج کا قول "اناالحق،، (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاّج کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ منصور حلاّج کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابوالغیث ہے۔فارس کے مشہور شہر بیضاء کے رہنے والے تھے۔وہ اصل میں حلاّج (روئی دھکنے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاّج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹادوں گا۔پس انہوں نے ان بنولوں کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا جو روئی میں پیوست تھے بس وہ تمام بنولے (پنبہ دانہ) روئی سے الگ ہوگئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔یہ عراق میں رہتے تھے۔حضرت سید الطائفہ جنی دبغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جنکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابوالعباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابوعبداللہ خفیف، شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی شیخ ابوالعباس سریح (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اُن کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ اُن کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ''ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں،،۔

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے روکیا ہے (مہجور کیا ہے) یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے کہ:۔

''ان کے زمانے میں علوحال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے اُن جیسا کسی کو پایا،،

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں، تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔وہ امام طریقت ہیں لیکن ہر شخص اُن کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکے اس قول کو اُن کے ضعف صفا پر محمول کرنا چاہیئے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔وہ باوجود اس دعویٰ کے ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا محض جھوٹ ہے۔جب اُن کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے اُن کو دار کے نیچے کھڑے ہوکر فرمایا: ''کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟،، اُس قاضی نے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا کہ کہ ''یہ تو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے۔،، یہ سنکر شیخ شبلی نے فرمایا کہ ''میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں

http://Ashrafi.org

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچاننا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اسی طرح منصور حلاّج کی روح کی مس پر جب معرفت الٰہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہوگئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہوگئی اور وہ زر خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سوا ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک ''ماسوی الحق،، سب فنا ہوگیا اس کا نفس بھی فنا ہوگیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا ''اَنَاالْحَق،، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کر دیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور اُن کا غرق ہونا اللہ کے انوار جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب اُن سے کہا گیا کہ کہو: ''میں حق کے ساتھ ہوں تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ ''میں حق ہوں،، اگر وہ یہ کہتے کہ ''میں حق کے ساتھ ہوں،، تو اُن کا ''میں،، کہنا اُن کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مرد (''منصور،،) ماسوئ حق کے مقام محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا بر سبیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسم جود و کرم ہے۔ پس جس وقت منصور حلاّج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ ''میں حق ہوں،،

اس تاویل میں اور دوسرا تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہوگیا لیکن وہ شہود حق سے فانی نہیں تھا۔ اور ''انا الحق،، وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کر دیا۔ حال مستی (سُکر) میں جب کہ وہ شراب محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اُس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ ''بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلوایا گیا اور اُس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے،، جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محل حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے، ہاں جب یہ تشبیہہ کا مرتبہ موجود ہوتا تب یہ کلام صحیح ہوسکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوارِ جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجاب ہائے بشریت زائل ہوگئے تب اسکی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (اللہ تعالیٰ

(سورۂ یونس پ۱۱ آیت ۸۲)

http://Ashrafi.org

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرما دیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ ''میں حق ہوں صادق آ گیا۔(فَصَدَّقَ قَوْلُهٗ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حزف کر دیا گیا ہے اپنے غیر سے۔اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ ''انا عابد الحق یاعبدالحق یاشاکر الحق یاذاکر الحق.،،تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کو حذف کر دینا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اُسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَیُّ اَهْلَ الْقَرْيَةِ[۱] اور سوال کرو قریہ سے یعنی اہل قریہ سے۔

مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو، مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کو دیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہو گے کہ ''رَاَيْتَ زَيْدًا،، میں نے زید کو دیکھا۔یہاں تم خود کہو گے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول ''اناالحق،، اسی قبیل سے ہے۔اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ ''بندہ کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔،، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاّج سے کہا گیا کہ کہو ''اَنَا بِالْحَقِّ،، جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ''اَنَا الْحَقِّ،، اور اُن پر یہ قول صادق ہو گیا جس کی پاداش میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔

اگر اس تاویل کو درس مان لیا جائے کہ منصور حلاّج کے ''اناالحق،، کہنے کے معنی یہ تھے کہ ''انا عابدالحق،، میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہوگی۔اب رہا عین القضاۃ ہمدانیؒ کا یہ قول کہ منصور حلاّج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:

''من رانی فقدرای الحق،، (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔جیسا کہ ہم ''سبحانی مااعظم شانی،، کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق (حاجی نظام غریب) کا یہ قول ہی درست ہوگا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔پس قول اناالحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفاتِ محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اور صفات مذمومہ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔

شیخ ابن منصور حلاّج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ (ہم ظاہر

---

[۱] پ ۱۳ سورہ یوسف ۸۲

http://Ashrafi.org

پر حکم کرتے ہیں)''،،(اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمہ دار ہوتا ہے)(یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے)

اور تکّفیر کی دو قسمیں ہیں تکّفیر من جہتہ اللہ اور تکّفیر من جہتہ العلماء۔ علماء نے جو منصور حلاّج کی تکفیر کی اس کا موجب اُن کا قول ''انا الحق،، تھا۔ اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکّفیر سے تھا۔ جبکہ علماء نے اُس کو اس قول پر مصر پایا۔ پس فہم وخرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق سے منصور کا مقصود اسم اللہ ہے۔ پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تا کہ شریعت کی عظمت بحال رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تاویل ہے تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔ آج کا دن تاویل کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہمد گر اسرار ومعارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سُکر کی حالت میں بلند آواز سے اُن معارف واسرار کو بیان کرنے لگے۔ سیّد الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہوگا جبکہ (سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیوخت کے لباس اور مسند شیوخت پر نہیں رہیں گے۔ قطعہ

نہ عارف را مکان بردار باشد — کہ رہ بر دائرہ دادار باشد

چہ فتویٰ می نویسد مفتیٔ عشق — کہ بی دفتر جہاں بردار باشد

ترجمہ:۔ عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے ہفتیٔ عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ بغیر دفتر جہان دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور حلاّج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمال معرفت کے باعث لوگ رابعہ زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔ وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے تمام رات عبادت ومراقبہ میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے ذوق وشوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔ منصور اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔ انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لاسکو گے انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہوا! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔ اس گھونٹ کے پیتے ہی عجیب کیفیت وسرمستی ان میں پیدا ہوگئی۔

http://Ashrafi.org

قطعہ

چوساقی بزم وحدت بادۂ ناب　　بجایٔ درفگند ازلطف واحسان
بدست آن عروس حجلۂ راز　　بداد ازشربت آن جام عرفان
کشیدہ بادۂ آن جام دم زد　　دگراز جرعۂ شدہرزہ گویان

ترجمہ:۔ساقی بزم وحدت نے بادۂ ناب اپنی عنایت ومہربانی سے جام میں ڈال دیا۔حجلۂ راز کی اس عروسہ کے ہاتھ سے اس جام عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔اس جام سے شراب پی کرایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔

اوراس جام کے پینے کے بعد ہرطرف سے یہ آوازان کے کانوں میں آنے لگی:۔

"مَنْ اَحَقُ بِالْقُتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ،،۔راہ خدامیں قتل کئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے،،؟

پھرتو ہروقت اور ہرطرف سے یہی آوازاُن کے کانوں میں آتی تھی۔اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کوسمجھ گئے۔جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے،شوق،سرمستی اوراستغراق اُن کا بڑھنے لگااور جان سُپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثار دوست راجان چیست اشرف　　اگر صدجان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:۔اے اشرف! دوست پر نثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی سو جانیں ہوں تو نثار کردینا بہت آسان ہے۔

ایک بار سرفروشی اورمستی کے عالم میں جب انہوں نے "مَنْ اَحَقُّ،، سنا تو اُس کے جواب میں کہا "اَنَـا اَحَـقُّ،، میں زیادہ سزاوار ہوں اوروہ اس سرخوشی کے عالم میں من احقُّ کے جواب میں "انـا احق انا احق،، کہنے لگے۔سننے والے یہ سمجھے کہ یہ"انا الـحـق،، کہہ رہے ہیں۔چنانچہ سب لوگ شورش کرکے اُن کے مارڈالنے پر کمربستہ ہوگئے۔اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کررہا ہوں کہ" راہ خدامیں قتل ہونے کا میں زیادہ سزادار ہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شوروغوغا کررہے ہیں۔اب اگران کو میں اصل بات بتاتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ میں انا الحق نہیں بلکہ انا احق کہہ رہا ہوں اوراس طرح میں اپنی جان بچالوں تو میں دعویٰ عشق میں جھوٹا ثابت ہوجاؤں گا اوراس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہِ الٰہی میں قربان ہونے کے اس دعویٰ سے میں نے رجوع کرلیا ہے اور یہ بات عاشق اورمشتاق کے شایان شان نہیں ہے۔پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اورتوضیح ضروری نہیں سمجھی اورعوام جوکچھ کہہ رہے تھے اسی پران کوقائم رہنے دیا اوراس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کردی۔

قطعہ

کسی کو دم زند در دعویٰ عشق زبان بادل بہم اقرار باشد
گواہی باید ازجان باختن ہم وگرنہ دعویٔ زدار باشد

ترجمہ:۔ جوعشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کردینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد وگواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ''انا الحق،، کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ ''انا العبد،، کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ''انا الحق،، کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔ یعنی خود کو معدوم کرکے فنا کے دروازے پر سامان ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں ''انا الحق،، کہا جاتا ہے۔ یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے۔

بیت

غیرتش غیر در جہان نگزاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ:۔ اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجۂ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا۔

اور جو شخص ''اَنَا الْعَبْد،، کہتا ہے یعنی میں بندۂ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔

ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔ اور یہ کمال شرک ہے۔ ہزار آفرین گوشہ نشین گنجہ کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔[1] بیت

ندارم روا باتوازخویشتن
کہ گویم توئی بازگویم کہ من

ترجمہ:۔ مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ ''میں بھی ہوں،، اے عزیز!'' (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو پر نظر کرو اور کبھی ''و (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کرو (کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں) تو کتنی عجیب بات ہوگی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔[2]

قطعہ

بد کردم واعتذار بدتر زگناہ چون ہست دریں عذرسہ دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود وقدرت ودعویٔ فعل لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

---

[1] گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجویؒ ہیں۔

[2] پ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت ۹۶ پ۲۹ سورہ الدھر۳۰

http://Ashrafi.org

ترجمہ:۔ میں نے گناہ کیا پھر عذر گناہ؟ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کر کے میں تین دعوے کروں۔ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔لَا حَوْلَ وَلاَقُوَّۃَ اِلاَّ باللّٰہِ.

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاّج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے مُراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا (اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سجین میں) تب میں نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الٰہی !اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ،، کہا اور منصور حلاج نے ''اَنَا الْحق،، کہا۔اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سجین کے ادنی طبقہ میں۔اس میں کیا حکمت ہے؟

چہ نسبت درمیان این وآنست
کہ فرقش اززمین تا آسمانست

http://Ashrafi.org

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس جب کوئی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوین حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرد ہوگیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہوجانا اور خدا کے ساتھ تنہارہ جانا۔ اور جب خداوندتعالیٰ کا یگانگی وحدت کے لئے وہ تنہارہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد ومحبت ثابت ہوگئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اسکے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اسطرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اُس فرد محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آنجورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہر چند کہ پانی آنجورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے۔ بس جسطرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے، اسی طرح جبہ اس مظروف کا ظرف ہے۔ (ظرف المظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشت شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی، وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصول برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شطح:۔ شیخ مظفر قرمنی (مظفر القرمنی) کا بھی ایک قول از قبیل شطحیات ہے اور وہ قول یہ ہے:۔

"**الفقیر الذی لیس له حاجة الی اللّٰه**،، (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجیہہ مراد ومطالب کا ساقط ہوجانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہوجانا اور ہر وہ چیز جو خداوندتعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوندتعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

http://Ashrafi.org

خواہش کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہیں کیا۔

اوراس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جوغنی ہےاوروہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوجانا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اورضعف ہےاورفقیر غیراللہ سے استغنا میں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جونہ اپنے نفس کامحتاج ہونہ اپنے رب کا اورنفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کوترک کیا جائے اورنفس کے مخالف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اورمباح کا استعمال کم کردے۔ اورنمازوں کوان کی نہایت تک پہنچادے۔

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دومقولے اور ہیں جودوسرے اکابر سے منسوب ہیں جوبخلاف مذکور ہیں اوروہ یہ ہیں:''**الفقیر لایحتاج الی اللّٰہ**،، اوردوسرا یہ ہے:''**الفقیر یحتاج الی کل شئی**،، کلمہ اوّل سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جوفناءالفناء کا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہوگیا تو احتیاج اورضرورت جواس کی ایک صفت تھی بدرجۂ اولیٰ فنا ہوگئی۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کوخداوندتعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطعہ

چوعارف راخودی مفقود باشد — چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
چودر دریافتادہ قطرۂ آب — نہ آن قطرہ کہ بحرآمود باشد

ترجمہ:۔ جب عارف کی خودی فنا اورمفقود ہوجاتی ہے تو پھراس کا کوئی مقصودنہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریامیں مل جاتا ہے تو وہ پھرقطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریایا سمندر بن گیا۔

اب رہا کلمہ ثانی ''**الفقیر یحتاج الیٰ کل شیءٍ**،، تواس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماءصفات کا آئینہ ہیں اورکائنات میں تجلیٔ ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوۂ ذات کیلئے ہرایک چیز کامحتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدۂ جمال کرسکے۔

قطعہ

چون جہان آئینۂ صافی بود — ہرکجابینم درآنجاروئی تست
ہرگلی کان بویم ازگلزار دہر — بوئی گل نبود کہ درگل بوئی تست

ترجمہ:۔ جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوۂ رخ موجود ہے۔ اس گلزار دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہوگی

http://Ashrafi.org

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی

شطح :۔ایک اور کلمہ شطح ہے۔یعنی کہا گیا ہے :۔"**اذاتمّ الفقر فھو اللّٰہ**.،،(جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)

اس کلمہ کا تاویل میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفات ذمیمہ سے فنا ہوگیا اور راست ہوا۔حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہو گیا اس کا فقر تمام ہو گیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اس کلمہ کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کر لیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو بے شک وشبہ اس کو تخلق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہو گیا،اور یہ صفت غنا ہے۔

فھو اللّٰہ کی تاویل یہ ہے کہ ''وہ اللہ ہے،،یعنی وہ نائب خدا ہے۔اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصلت ہے۔آئندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاءاللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "**الصوفی ھو اللّٰہ**،،

شطح :۔ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے"**مافی الجنۃ احدسوی اللّٰہ**،، معلوم ہونا چاہیے کہ "**کل شیءٍ ھالک الا وجھہ**.،، (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات الٰہی کے)اور اہل جنت کیلئے اگر چہ بقا ہے لیکن وہ بھی ہالک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہو گیا کہ غیر حق تعالیٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہو گیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔

شطح :۔حضرت معروف کرخی سے یہ کلمہ(شطح)منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:۔"**لیس فی الوجود سوی اللّٰہ او الا اللّٰہ**.،، (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔یا سوی اللہ کے بجائے انہوں نے الّا اللّٰہ کہا)اس کلمہ کی تاویل اس طرح ہے کہ وجود دوطرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہو اور وہ ہستی صرف خداوند تعالیٰ کی ہے اور وجود مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہو اور آخر میں بھی عدم ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اسکے فیضان ہی سے ہوسکتا ہے یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالیٰ کے فیضان سے ہے۔وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔

ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجودِ مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

آرہی ہے،نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے (یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور اور وجودِ مقید اس کا ظلِ یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں ''کل وجود،، ہے۔پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ ''لیس فی الوجود الا اللّٰہ،، علاوہ ازیں وجود متوسط وعدموں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاکی کے جو دو خونوں (حیض) کے درمیان ہو اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شطح:۔شیخ ابوالعباس قصاب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:۔**لیس فی الدادین الاربی وان الموجودات کلھا معدومۃ الا وجودہ**'۔(دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنی توحید کی طرف اشارہ ہے، اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستی مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔جس کا مصرعہ ثانی یہ ہے

الا کلّ شیءٍ ماخلا اللّٰہ باطلٌ

ترجمہ:۔آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیر حق وموجود ولما حصل لہ الیقین والذوق فی ذٰلک مارایٰ فی الدنیا والاٰخرۃ موجوداً غیرہ فقال الاّ ربّی.

ترجمہ:۔یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق ویقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔پس انہوں نے کہا کہ ''سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے۔،،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:**مانظرت فی شیءٍ الّا ورایت اللّٰہ فیہ،،** میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے اس کی توضیح اسطرح فرمائی ہے ''**ای حکم اللّٰہ تعالیٰ واثارہٗ،،** یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابر سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول تین طرح سے آیا ہے:۔

۱۔مارأیت شیئًا الّا ورایت اللّٰہ فیہ.

ترجمہ:۔میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔مارأیت شیئا الّا رأیت اللّٰہ بعدہٗ.

ترجمہ:۔میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

http://Ashrafi.org

۳۔مارأیت شیئا الّا رأیت اللّٰہ قبلہٗ.

ترجمہ:۔میں نے کسی چیز کونہیں دیکھا لیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلٰثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جسکی تشریح طبع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح:۔**قال ابو بکر الورّاق لیس بینی وبین اللّٰہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبہ مقارنان الاان تقدمت بالمجاھدۃ علی وجود العشق الالٰھیۃ من غیر طلب منّی.**

ترجمہ:۔شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے (دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اور اس کی طلب ایکدوسرے کے نزدیک ہیں۔بجز اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ عشق الٰہی کے وجود پر مقدم ہوجائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر چند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محمل بتایا ہے اور الطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہونچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔بے شک محبوب اور محبّ کے درمیان جو راز ہوتا ہے اگرچہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ رازِ پھر بھی ایک راز موہوم ہے۔

بیت

میان دوستان سریست موہوم

کہ راز او کسی را نیست معلوم

ترجمہ:۔دوستوں کے درمیان ایک ایسا موہوم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔

شطح:۔**قال سلطان العارفین توبۃ الناس من ذنوبھم وتوبتی من قول لاالٰہ الاّ اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ.**

ترجمہ:۔کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابوبکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے پس انہوں نے جواب دیا کہ ''لا،، تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتر وواضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور اونچی (واضح) بات فرمایئے تو شیخ ابوبکر نے فرمایا ''مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ ''لا،، میں پکڑ لیا جائے گا اور ''لا،، میں خوف انکار

http://Ashrafi.org

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمایئے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ ذَرْهُمْ [1] (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اسکے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں لا الہٰ الاّ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی ''لا،، سے غیر کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان وتفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ ''اللہ کے دوستوں نے سوزشِ محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ بس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں لانھا من الجنس الی الجنس واللّٰہ تعالیٰ منزّہٌ من اوصاف الخلق واحوالھم (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول ''توبتی من الا الٰہ الاّ اللّٰہ،، بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ ''لا الہ الاّ اللہ،، کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات وحروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات وحروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلیدِ بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لاالہٰ الّا اللّٰہ مفتاح الجنۃ. (کلمہ لا الہ الا اللہ کلیدِ جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

افضل الذکر لا الہ الّا اللّٰہ۔ (سب سے بہتر ذکر لا الہٰ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''لا الہ الا اللہ،،۔ انہوں نے فرمایا لا الہٰ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے (الگ تھلگ ہو جانا ہے) اور الا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابوعلی وقاق قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۹۲

http://Ashrafi.org

لا الہٰ الا اللہ کہا جائے تا کہ آپ کدورت سے پاک ہوجائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہوجاتا ہے۔ لا الہٰ کے بعد جب الاّ اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا وُرود دل پر ہوتا ہے جس طرح ''سبحان اللّٰہ،، کو ''الحمد للّٰہ،، پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد اللہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ[1] یعنی سبحان اللہ کہکر صفات نقصان سے اسکی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ ''حمد،، سے اسکی صفات کمالیہ کا ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص عرق گلاب کو بڑے برتن پر انڈیلنا چاہے تو سب سے پہلے وہ اس برتن کو دھوتا ہے پھر اس میں عرق گلاب کو انڈیلتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اویس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل وتمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہٰذا تم ہر اس چیز کو ترک کردو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہوجائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مثال کے طور پر یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کروں گا کہ فرمایا ہے:۔ ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ[2] (اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ فنائے افعال میں پہونچ جاتی ہے اور اسکا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفات الٰہیہ سے موصوف ہوجاتی ہے۔

شطح:۔ شیخ حسین ابن منصور حلاّج نے کہا:۔ ''**لافرق بینی وبین ربیّ الاّ صفتان صفة الذّاتیة وصفة القائمة قیامنا به وذاتنامنه،،** (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دوصفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ فقیر وہ ہے جو کمال فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمالِ فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استثناء کردیا گیا ہو اور یہ استثناء یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام وبقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطح:۔ اور انہوں نے جو یہ کہا کہ ''**الزّاهد هو الفقیر والفقیر هو الصّوفی والصّوفی هو اللّٰه،،**

---

[1] پ سورہ [2] پ ۱۴ سورہ الحجر ۹۹

http://Ashrafi.org

ترجمہ:۔ جوزاہد ہے وہ فقیر ہے اور جوفقیر ہے وہی صوفی ہے اور جوصوفی ہے وہی اللہ ہے۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ متبدا کی خبر دوطرح پر آتی ہے۔ یہ جوجملۂ مذکورۂ بالا میں ''وھُوَھُوَ،، کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ ''ھُوَ،، پہلے ''ھُوَ،، کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے ''**الامیر العادل**،، اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذات موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہہ کے طور پر ہے۔ جیسے تم کہو زیدٌ اسدٌ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بناء پر ہے۔ حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔ ''اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا،،[1] (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جوزاہد ہے وہی فقیر ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جوزاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جوفقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جوفقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جوصوفی ہے وہی اللہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جوصوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''**ان الحق لینطق علے لسان عمر**،، (حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)

شطح:۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول:۔ ''**العبودیّة بغیر الرّبوبیّة نقصان وزوال والرّبوبیّة بغیر العبودیّة محال**،، (عبودیت بغیر ربوبیت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیت بغیر عبودیت کے محال ہے)

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغیرہ مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے محال ہے ازروئے عارف۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے:۔ ''**البشریّة ضدّ الرّبوبیّة احتجب بالبشرّیة فاتته الرّبوبیّة**،، (بشریت ضدِّ ربوبیت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہوگیا اس سے ربوبیت فوت ہوگئی۔

---

[1] پ ۳ سورہ البقر ۲۸۵

http://Ashrafi.org

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"**الفقر سواد الوجه فی الدّارین**،، (فقیر دونوں جہانوں میں سیاہ رو ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس"**سواد الوجہ**،، سے مراد سالک کی فناء ذات ہے،مشاہدۂ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہوجائے اور یہی معنی ہیں **فناء الفناء فی الدارین ای فی الصّفتین**،، کے یعنی صفتین میں فناء الفناء کے درجہ پر پہونچ جانا،اس جملہ کی قریب الفہم تاویل یہ ہے کہ"سوادالوجہ،، سے مراد وہ خال رُخ ہے جو اس کی زیبائی کا موجب اور عذار محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب وزینت بخشنے والا ہے۔

شطح:۔حضرت قدوۃ الکبرا کا مقولہ "**النّاس کلّهم عنبید لعبدی**،، (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب ہے۔اس قول کی کچھ شرح تو لطیفۂ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے:۔اس قول کی تاویل گروہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزول کے اسباب کو اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہونچا دیا۔(یعنی جب عروج وصعود میں اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہنچ گیا) تو اُس وقت اس کی عین ثابتہ ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفۂ سلوک میں کرچکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابتہ تمام اعیان ثابتہ کی جامع اور تمام صور علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیان ثابتہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابتہ تمام اسماء وصفات کی جامع ہوگئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صور علمیہ کی ماہیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے"**النّاس کلّهم عبید لعبدی**،، اور یہ مسلّمہ ہے کہ اکثر پر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔

شطح:۔حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا:۔

بیت

ہمائ ہتمتم چون برزند بال

بردعنقائ وحدت را بچنگال

ترجمہ:۔اگر ہماری ہمت کی ہما نے پرواز شروع کردی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

http://Ashrafi.org

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے ۔ باب الابواب کی طرف گئے ۔آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چند روز قیام کرنا پڑا۔ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علماء وفضلا آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف وحقائق وسلوک وطریقت پر گفتگو ہورہی تھی۔حضرت قدوۃ الکبرا معارف وحقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے ۔پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہمائے ہمت تخت اوج معارف پر پرواز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعر مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا۔کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا۔جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت وحال طاری ہوگیا کہ سوائے ''اٰمنَّا وَصَدَّقنا،، کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی ۔جب مجلس برخاست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اس کی تاویل و توجیہہ کی تو بہت گنجائش ہے۔

''ہمائے ہمّت،، سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرواز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابتہ تک پہونچنا ہے۔وحدت سے مراد تمام اسمائے الہیٰ اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابتہ میں شامل ہیں اور چُنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو۔

جب کسی کی عین ثابتہ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حامل ہوجاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے

یہ شطح کس طرح زبان مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی روم کے سفر سے واپسی میں نواحی گجرات میں پہونچے تو خانقاہ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسودراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسودراز کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کے خلف برحق اور خلیفۂ اصدق حضرت سید یداللہ آپ کے سجّادہ نشین تھے۔ سید زادہ بھی ایک جذبۂ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سومن وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جا کر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہانِ وقت اپنی شاہزادیوں کو بطور نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید یداللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ ومستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلمات شطحیات آپ سے ادا ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی لفظِ اعظم تجلّیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے وصل سے شادکام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سید زادہ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت وملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دلوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، گلبرگہ کے نواح واطراف کے تمام اکابر واصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوۃ الکبرا اسرار توحید وآثار تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آ گئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔ ''انا اللّٰہ لاالٰہ غیری''

''اس وقت بہت سے علمائے کاملین اور فضلائے متبحرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سنکر کسی میں دم مارنے کا یارانہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہو کر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کر دی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس قول کی چند تاویلیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہو اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے۔ جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصف خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسماء کونیہ کا ہے کہ امکان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسماء الٰہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلیّ ہیں اس قوس وجوب میں رکھے گئے ہیں، اور اٹھائیس ۲۸

اسماء کونیہ ہیں جو قوس امکان یا قوس کونیہ میں ہیں جب عارف سیار وسالک شطار اپنے عین ثابتہ

http://Ashrafi.org

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابتہ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الٰہیہ اور اسماءکونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماءالٰہیہ اور اسماءکونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلّی ہوتا ہے تو ہر آئینہ ''اَنَا اللّٰہُ،، پکار اٹھتا ہے۔

شطح: شیخ ابوعلی قلندر پانی پتی کی حقیقت عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہوگئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے

''واللہ کہ! رز وئ خدایم مُحقر است،،

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرز و محقر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر اوادنی تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سیار اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے جب پرواز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے:۔

مثنوی

ہمائ ہمت من بی پروبال	زد برقلۂ توحید چنگال
دران صحرا زبال لایزالی	پر وبالی زنم چون لااُبالی
کشد آنجائ مرغ ہمتم مر	نہ زور بال باشد فی رہ پر

ترجمہ:۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پروبال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں ''لایزالی،، کے بازوؤں سے میں بےخوف وخطر پرواز کررہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں نہ بازوؤں کی قوت کام آسکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

http://Ashrafi.org